رسائل و مسائل

۱۔ایک شخص ساری عمر گناہ کرتا رہے، حقوق اللہ اور حقوق العباد میں خیانت کا مرتکب رہے، مگر اپنی آخری عمر میں توبہ کرے، تو کیا اب بھی اسے معافی مل سکتی ہے؟ اسی طرح حقوق اللہ کا معاملہ ہے۔ ساری عمر نماز نہ پڑھی، زکوٰۃ ادا نہ کی، قرآن نہ سیکھا وغیرہ۔ ان کوتاہیوں کا ازالہ کیسے ممکن ہے؟

۲۔کہا جاتا ہے کہ ہر گناہ کے بعد توبہ کی جائے خواہ ستر بار ضرورت پیش آئے۔ کیا یہ دین کے ساتھ مذاق نہ ہو گا کہ گناہ بھی کیے جا رہے ہیں اور ساتھ ہی توبہ بھی؟

۳۔اگر کسی نے اپنے کسی دوست کا، اس کی غیر موجودگی میں ایسے الفاظ سے ذکر کیا جس سے اس کی عزت خراب ہوئی ہے، اور اس کے لیے یہ ممکن نہ ہو کہ اس سے جا کر معافی مانگ لے، تو اب وہ کیا کرے؟

۴۔کچھ لوگ کہتے ہیں کہ آخرت میں جزا و سزا کا انحصار سرتاسر خدا کے فضل پر منحصر ہے۔ اس میں انسان کے عمل کو کوئی عمل دخل نہیں۔ بہت ممکن ہے کہ ایک شخص ساری عمر نیک اعمال کرتا رہے مگر اللہ تعالیٰ اسے جہنم میں بھیج دے۔ اور کسی کو، اگرچہ وہ برے اعمال کا ہی مرتکب ہو، بہت ممکن ہے کہ اس کی کسی ایک نیکی کو پسند کر لینے کی وجہ سے جنت عطا فرما دے۔ دوسرا گروہ کہتا ہے کہ جزا و سزا کا براہِ راست تعلق انسان کے اعمال سے ہے۔ پہلا گروہ اپنی بات کی دلیل ایک روایت کے حوالے سے دیتا ہے جس میں ایک فاحشہ عورت کا ذکر ہے جو محض اس بنا پر جنت کی مستحق ہو گئی کہ اس نے ایک بار ایک پیاسے کتے کو پانی پلایا تھا۔ براہِ مہربانی اس کی وضاحت کر دیں۔

۱۔ جب تک آدمی موت کو آتا دیکھ نہ لے، توبہ کا دروازہ کھلا رہتا ہے۔ کیونکہ انسان کو اپنی موت کا وقت معلوم نہیں، اس لیے اس کے امتحان کا تقاضا یہی ہے کہ ایسا ہی ہو۔ یہی قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ توبہ کا ایک جزیہ بھی ہے کہ انسان حتی الوسع حقوق العباد اور حقوق اللہ میں کوتاہیوں کی تلافی کرے۔ لیکن ہر انسان بقدر استطاعت ہی مکلف ہے۔ حقوق العباد زیادہ اہم ہیں۔ کسی کا مال کھایا ہے تو واپس کرے، اگر کر سکے۔ کسی کو ایذا پہنچائی ہے تو معافی مانگے۔ اسی طرح نماز کی قضائے عمری پڑھ سکتا ہو تو شروع کر دے۔ حساب کر کے جتنی زکوٰۃ نکال سکتا ہے نکالے۔ بس دو باتیں سامنے رکھے۔ تلافی کرنا توبہ کا

حصہ ہے، لیکن جتنی ممکن اور بس میں ہو۔ باقی کے لیے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے سبیل پیدا کرے گا۔

۲۔ اگر آدمی جان بوجھ کر گناہ کرتا رہتا ہے، اور ہر بار توبہ کا سہارا لیتا ہے، تو یہ گناہ پر اصرار ہو گا، اور ایسا استغفار، میری رائے میں، قبول نہ ہو گا۔ لیکن نہ کرنے کے عزم کے باوجود پھر مبتلائے گناہ ہو جاتا ہے، تو حدیث کے مطابق معاف کیا جاتا رہے گا۔

۳۔ استغفار کرے، اس کا ذکر عزت سے کرے، خصوصاً جہاں عزت خراب کی ہے وہاں بحال کرے۔ ہر صورت میں جاکر اسے یہ بتانا کہ میں نے تمھاری عزت خراب کی ہے، مجھے معاف کردو، لازم نہیں۔ حکمت ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ بعض صورتوں میں اس سے فتنہ و فساد بڑھ سکتا ہے۔

۴۔ نہ یہ بات صحیح ہے کہ آخرت میں جزا و سزا میں انسان کے عمل کا کوئی دخل نہیں، اور نہ یہ بات کہ سارا انحصار صرف اعمال پر ہے۔ پہلی بات کی تردید تو قرآن کی وہ بے شمار آیات کرتی ہیں جن میں جَزَآءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ کا مضمون بیان ہوا ہے۔ دوسرے کی تردید وہ آیات کرتی ہیں جن میں مغفرت و رحمت کو ضروری بتایا گیا ہے۔ راہِ صواب، میری دانست میں، یہ ہے کہ انسان کو نیک اعمال کی کوشش میں لگا رہنا چاہیے، لیکن یہ جاننا چاہیے کہ وہ کتنے ہی نیک اعمال کرے، اللہ کے حقوق کما حقّہ ادا نہیں ہو سکتے۔ نیک اعمال کی توفیق بھی اللہ کی رحمت ہے، اور گناہوں کی مغفرت بھی اس کی رحمت۔ اس رحمت کی دستگیری کے بغیر وہ جنت میں نہ جائے گا۔ لیکن یہ رحمت اندھے کی ریوڑیوں کی طرح تقسیم نہ ہو گی۔ اس کی شرائط قرآن میں بیان ہوئی ہیں۔ ان کا خلاصہ ہے: ایمان اور اعمال صالحہ کا ارادہ اور ان کے لیے سعی۔

شادی اور دیگر تقریبات سے متعلق کچھ سوالات ہیں، مجھے امید ہے کہ آپ ان کا مفصل جواب قرآن و سنت کی روشنی میں دیں گے۔

۱ ایسی شادیوں میں شرکت جائز ہے جہاں مخلوط اجتماع ہو، موسیقی ہو اور فلم بنانے کا انتظام ہو۔

۲۔ شادیوں کی رسمیں --- مثلاً مہندی، نکاح کے بعد لڑکی والوں کی طرف سے کھانا کھلانا، رخصتی کے وقت لڑکی کے بھائیوں کا رونا، رخصتی کے بعد اگلے دن لڑکی کو لڑکے والوں کے گھر سے واپس لے آنا --- کس حد تک قابل قبول ہیں؟ یا بالکل غلط ہیں؟۔

۳۔ ایسی شادیوں میں شرکت کرنی پڑتی ہے جن میں مندرجہ بالا گناہ ہوتے ہیں۔ لیکن شرکت نہ کرنے پر رشتہ داری ٹوٹنے کا ڈر ہوتا ہے۔ ہم ان سے کہاں تک بچ سکتے ہیں؟

پہلے آپ تین بنیادی باتیں سمجھ لیں۔

۱۔ مختلف لوگوں کی ثقافت میں جو مختلف رسوم و رواج ہوتے ہیں وہ فی نفسہٖ ناجائز نہیں کہے جا سکتے، اِلاّیہ کہ ان میں کوئی ایسی چیز ہو جو شریعت میں ممنوع ہو۔ مثلاً کسی کو ایذا پہنچے، کسی کو اس کی مرضی کے خلاف مال خرچ کرنے پر مجبور کیا جائے، اسراف و تبذیر ہو، تفاخر ہو، کفر و شرک پر مبنی ہو، یا کوئی دوسری معصیت ہو۔

۲۔ اگر ایک منکر سے روکنے سے دوسرا منکر پیدا ہوتا ہے، تو یہ دیکھنا ضروری ہوگا کہ دونوں میں سے کس کا ضرر زیادہ ہے۔ اس سے بچنے کو ترجیح دی جائے گی۔

۳۔ ہر معاملہ پر ناجائز یا جائز کا فتویٰ لگانے کی روش پسندیدہ نہیں۔ سلف، حلال اور حرام کے الفاظ استعمال کرنے سے سخت اجتناب کرتے تھے۔ بعض چیزیں ان کے نزدیک حرام ہی ہوتی تھیں، ان کے لیے بھی وہ مکروہ کا لفظ استعمال کرنا پسند کرتے تھے۔

اب میں مختصراً آپ کے سوالات کے بارہ میں یہ بتادوں کہ میری رائے میں کیا پسندیدہ ہے اور کیا ناپسندیدہ۔

۱۔ عورتوں اور مردوں کا مخلوط اجتماع اور موسیقی جیسی چیزوں سے شریعت میں منع کیا گیا ہے، اس لیے ان سے اجتناب کرنا چاہیے۔ فلم بنانا فی نفسہٖ منع نہیں، اِلاّیہ کہ اس کا موضوع یا مقصد ممنوع ہو، شادی کی ویڈیو میں جس طرح دلھن کو اور عورتوں کو دکھایا جاتا ہے، وہ صحیح نہیں۔

۲۔ شادی کی جن رسموں کا آپ نے ذکر کیا ہے، ان میں سے کسی کو میں ناجائز نہیں کہہ سکتا۔ مثلاً اگر لڑکی والے خوشی سے کھانا کھلا رہے ہیں، یا بھائیوں کا رونا فطری ہے، یا لڑکی کا اگلے دن اپنے گھر آنا معروف اور باہمی رضامندی سے ہے، تو ان میں کوئی قباحت نہیں۔ لیکن ان رسومات میں اگر مال اور وقت کا اسراف ہے، فخر و نمود ہے، رسوم کے اخراجات ایک بوجھ ہیں، تو ان سے اجتناب کرنا چاہیے۔ خصوصاً مہندی کی رسم نے جو حیثیت اور صورت اختیار کرلی ہے، وہ سخت ناپسندیدہ ہے۔

۳۔ اگر کوئی مجلس کلیتاً حرام نہ ہو، اور اس میں عدمِ شرکت سے قرابت کے تعلقات ٹوٹنے کا امکان ہو، تو آپ بہتر فیصلہ کر سکتے ہیں کہ کون سا منکر بڑا ہے۔ اس ضمن میں آپ سیّد مودودی کی کتاب، رسائل و مسائل، ج ۱، ص ۱۳۷ بھی ملاحظہ کریں۔ واللہ اعلم بالصواب

ہم لوگ یہاں جاپان میں اسلامک سرکل کے نظم کے تحت تحریک اسلامی کی دعوت پھیلانے کا کام کر رہے ہیں۔ لیکن ہمارا خیال ہے کہ یہاں اسلامی تحریک کا کام اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتا جب تک ہمارے ارکان یہاں شادیاں کرکے خود اپنے یہاں قیام کا، اور مسلم معاشرہ کی تشکیل کا اہتمام نہ کریں۔ جاپانی معاشرہ یورپ اور امریکہ کے طرز کا مخلوط معاشرہ ہے۔ لڑکے اور لڑکی کے باہم ملنے جلنے اور واقفیت حاصل کرنے کے بغیر شادی نہیں ہو سکتی۔ خواتین ہمارے ساتھ کام کرتی ہیں۔ بازاروں میں واسطہ پڑتا

ہے۔ ان حالات میں کیا شوریٰ اپنے ارکان کو اس بات کی اجازت یا ہدایت دے سکتی ہے کہ وہ کسی لڑکی سے شادی کرنے کے لیے اس سے مل جل سکتے ہیں، اس کے ساتھ ہوٹلوں اور پارکوں وغیرہ میں گھوم پھر سکتے ہیں۔

آپ کے خیال میں قرآن و حدیث کی روشنی میں اس قسم کی ترغیب ارکان کو دی جا سکتی ہے یا نہیں۔ اس کے کیا نقصانات اور فوائد ہو سکتے ہیں۔

آپ کے مسائل بیش تر ایسے ہیں جن کا جواب ہر انسان کا اپنا ضمیر بہتر دے سکتا ہے۔ میں یا کوئی مفتی آپ کو دین کے احکام بتا سکتا ہے، مکان و زماں اور انفرادی حالات کے لحاظ سے ان میں تغیر و تبدل کے اصول بتا سکتا ہے، لیکن اپنے مخصوص حالات کے لحاظ سے ایک شخص کیا کرے، اس کا فیصلہ وہی بہتر کر سکتا ہے۔ ایسے ہی حالات کے لیے نبی کریمؐ نے فرمایا ہے کہ جس سے دل میں کانٹے کی طرح کھٹک پیدا ہو وہ گناہ ہے، یا یہ کہ اپنے دل سے فتویٰ پوچھو۔ میں آپ کے سامنے چند بنیادی باتیں رکھ سکتا ہوں:

۱۔ عمل کرنے کے لیے آپ ذاتی حیثیت سے اللہ تعالیٰ کے سامنے مسئول ہوں گے۔ کسی شوریٰ کے فیصلہ، کسی تحریکی رہنما کی ہدایت اور کسی مفتی کے فتویٰ سے آپ اپنی مسئولیت سے نہیں بچ سکتے۔ اِلّا یہ کہ آپ بالکل جاہل اور ناواقف ہوں، اور جس کو جاننے والا سمجھتے ہوں اس سے مسئلہ پوچھیں، وہ آپ کو غلط بتا دے، اور آپ اس پر عمل کر لیں۔ ایسی صورت میں لعل (امید ہے کہ) آپ کا عذر اللہ کے ہاں قبول ہو جائے۔ لیکن زیرِ بحث معاملات میں ایسے جاہل اور ناواقف آپ نہیں ہیں۔ آپ بہت کچھ جانتے ہیں، اسی لیے آپ کے دل میں خلش ہے، اور آپ سوال کر رہے ہیں۔

۲۔ اللہ کی نافرمانی کر کے اللہ کی رضا حاصل ہو سکتی ہے، نہ اس کے دین کا کام۔ لیکن اللہ کا حکم کیا ہے اور اس پر حالات کے لحاظ سے عمل کی صورت کیا ہو، یا دو احکام کے معاملہ میں حکم شرعی اور مصلحت شرعی کے تقاضوں میں تضاد ہو تو کیا راہ نکالی جا سکتی ہے، یہ مسائل اپنی جگہ باقی رہتے ہیں۔ مثلاً کوئی یہ کہے کہ جاپان میں تحریک برپا کرنے کے لیے وہاں شادیاں کرنا ضروری ہے، اور وہاں شادی کرنے کے لیے قبل از شادی جنسی تعلق ضروری ہے، تو آپ کا دل خود ہی فتویٰ دے گا کہ اس طرح نہ تحریک برپا ہو سکتی ہے، نہ اللہ خوش ہو سکتا ہے۔ لیکن آپ جانتے ہیں کہ غضِ بصر اور حجاب کے احکام کے باوجود، دوسری طرف، شادی سے پہلے لڑکی کو دیکھ لینے کی نہ صرف اجازت ہے، بلکہ ترغیب ہے۔ اب راہ صواب ان دو قسم کی صورتوں کے درمیان ترجیح و تطبیق ہی سے نکل سکتی ہے۔

۳۔ بعض منہیات ابدی ہیں، جیسے قتل اور زنا، بعض میں حالات کے لحاظ سے استثنا ہو سکتا ہے۔ مگر اس کے لیے حکمت، حالات، اور شریعت کے مصالح کا صحیح علم و فہم ضروری ہے۔

۴- میرے نزدیک عورت اور مرد کے اختلاط اور حجاب کے سلسلہ میں احکام کی حیثیت حدود کی ہے، اور ان میں حالات کے لحاظ سے سختی اور لچک کی گنجایش ہے۔ اس گنجایش کا صحیح فیصلہ وہی کر سکتا ہے جس کا دل فتویٰ دینے کا اہل ہو، یعنی علم و تقویٰ کا حامل ہو۔

آپ جانتے ہیں کہ پاکستان میں بھی بے حجاب چہرے سامنے آتے ہیں، لڑکیوں کے ساتھ کام کرنا پڑتا ہے۔ جاپان میں تو اس سے مفر ہی نہیں۔ جب آپ وہاں گئے تو بسوں میں ساتھ بیٹھنا ہو گا، دفتروں اور ہوٹلوں میں ساتھ کام کرنا ہو گا، کوئی کام کے سلسلہ میں بات کرنے آئے تو اپنے کمرہ میں آپ کو اس سے تخلیہ میں ملنا ہو گا۔ تخلیہ میں غیر محرم سے ملنے کو میں سخت قابل احتراز سمجھتا ہوں۔ لیکن دفعتاً اخبار کی رپورٹر میرے پاس آتی ہے تو مجھے اس سے اپنے کمرہ میں ملنا پڑتا ہے۔ کوشش کرتا ہوں کہ دروازہ کھلا رہے، یا کوئی اور بیٹھا رہے۔ لیکن ہر وقت یہ ممکن نہیں ہوتا۔ ایسی اور بے شمار صورتیں ہو سکتی ہیں۔ لیکن میں کسی اجنبی عورت کے گھر میں اس کے ساتھ ملوں، اس کے ساتھ کھانا کھاؤں، یا اس سے شادی کی نیت سے تنہائی میں ملوں، یا سیر و تفریح کو جاؤں، تو پھر پیٹنگ (petting) اور نیکنگ (necking) اور اس سے آگے کے دروازے کھلنے کا قوی خطرہ ہے۔ میری رائے میں اس سے دور ہی رہنا بہتر ہے۔ ممکن ہے جاپان میں اسلامی تحریک مستقل نہ قائم ہو سکے، لیکن آپ کے لیے جنم میں مستقل ٹھکانہ بننے کا امکان تو نہیں ہو گا۔ لیکن اگر کسی لڑکی سے آپ کی کام کی جگہ پر روز ملاقات ہوتی ہے، آپ لوگوں کے سامنے کسی پارک میں بیٹھ جاتے ہیں، یا کہیں ریسٹورنٹ میں کھانا کھا لیتے ہیں، تاکہ نکاح کی غرض سے ایک دوسرے سے واقف ہو سکیں، بات چیت سے آگے نہیں بڑھتے، تو اسلامی تحریک کی خاطر، یا اپنے نفس کو حرام سے بچانے کی خاطر، اس چھوٹی برائی کو، استغفار، ندامت اور شرمندگی کے ساتھ قبول کر لینے کا فتویٰ آپ اپنے دل سے لے سکتے ہیں۔

۵- ایک اہم اصول یہ بھی ہے کہ جو برائی ہے وہ برائی ہے۔ کسی نیکی کے لیے، یا بڑی برائی سے بچنے کے لیے، اس کو کرنے کی رخصت تو مل سکتی ہے، لیکن اس کو جائز اور نیکی سمجھ کر نہیں۔ اضطرار کی حالت میں سؤر کا گوشت بھی کھایا جا سکتا ہے، لیکن غیر باغ و لا عاد کی شرط ہے۔

۶- میں آپ کو یہ مشورہ دوں گا کہ آپ تمام اصول لوگوں کے سامنے رکھ دیں۔ ان کو خود اتنا صاحبِ فہم اور صاحبِ تقویٰ بنائیں، ان کے اندر خدا کا خوف اور گناہوں سے بچنے کا داعیہ پیدا کریں، کہ ان کے دل صحیح فتویٰ دیں۔ لیکن میری رائے میں ان معاملات میں تحریک یا شوریٰ کو صاحبِ امر اور صاحبِ فتویٰ کا مقام اختیار نہ کرنا چاہیے۔

یہ صحیح ہے کہ وہاں شادیاں کرنے سے وہاں تحریک پایدار بن سکتی ہے، لیکن یہ فرض نہیں۔ دل کو

پاکیزہ رکھنا بڑا مشکل کام ہے۔ لیکن حدود میں رہ کر ایسا ہو سکے تو کیا حرج ہے۔ تحریک تو جب پایدار ہو گی جب خود جاپانی اسلام قبول کر کے داعی اور مجاہد بن جائیں گے۔ یہ مقصد صرف شادیوں سے حاصل نہ ہو گا۔

۷۔ بہت سوال اور فتوے بھی نہ پوچھا کریں۔ آخر جب آپ دارالمسلمین سے دارالکفر گئے تو آپ نے نہ پوچھا۔ جب آپ نے غیر محرم لڑکیوں کے ساتھ سفر کیا، کام کیا، تو نہ پوچھا' تو اب آپ تحریک، شوریٰ اور ذمہ دار افراد کے سر ذمہ داری کیوں منتقل کریں۔ (خرم مراد)

کتاب
ارکان اسلام
مُصنف
شیخ القرآن حضرت مولینا علامہ اشرف علی قریشی مدظلہ العالی

اسلام کے بنیادی ارکان کے احکام و مسائل کا علم ہر ذی شعور مسلمان کیلئے ضروری ہے۔ ارکان اسلام اسلام کے بنیادی ارکان توحید و رسالت زکوٰۃ حج اور رمضان المبارک کے احکام، مسائل، فضائل پر قرآن و سنت کی روشنی میں ایک بیش بہا علمی مجموعہ ہے۔ شریعت مطہرہ کے مسائل کو سمجھنے کیلئے اس کتاب کا مطالعہ ہر مسلمان مرد و زن کے لئے ضروری ہے۔
مصنف مدظلہ العالی کی علمی و دینی کاوشوں کو عالم اسلام کے متعدد اصحاب علم و فضل اور روحانی شخصیات نے خراجِ تحسین پیش کیا جن میں

- امام حرم شریف امام محمد عبداللہ سبیل (مکہ مکرمہ)
- مفکر اسلام سید ابوالحسن علی ندوی (ندوۃ العلماء انڈیا)
- مفتی اعظم پاکستان حضرت مولینا مفتی محمد شفیع دیوبندی
- دارالعلوم دیوبند کے سابق شیخ التفسیر حضرت مولانا شمس الحق افغانی
- پیر طریقت حضرت مولینا عبدالحق عباسی مدنی
- حضرت مولینا محمد زکریا جانشین شیخ الاسلام [illegible] مولانا عبدالحق
- حضرت مولینا سید محمد یوسف بنوری
- مجاہد ملت قائد جمعیۃ علماء اسلام حضرت مولینا غلام غوث ہزاروی

وغیرہ قابل ذکر ہیں

ضخامت ۔ تقریباً ایک ہزار ◉ خوبصورت جلد ◉ قیمت ایک صد پچاس روپے صرف

مزید تفصیلات کے لئے درج ذیل پتے پر رابطہ قائم کریں
خود بھی پڑھئے اور اپنے حلقہ احباب میں بھی اس کو بطور تحفہ پیش کیجیے۔

شعبہ نشر و اشاعت جامعہ اشرفیہ عیدگاہ روڈ پشاور۔ پاکستان۔ فون ۲۲۰۸۶۰